سید یونس الحسنی

پہچان کی تلاش

ہماری سیاست، ادب، دانش، معاشرت، مذہبیت اور دیگر شعبۂ ہائے حیات مستعار ہمہ نوعی حمیت اور اس کی ذرہ برابر رمق سے بھی محرومی کا عکس جلی ہیں۔ بہت دنوں سے یہ صورت حال تھی لیکن ہفتۂ رفتہ میں منصۂ شہود پر آنیوالے بیانات جوزیبِ اخبارات ہوئے اپنی تندخوئی، تیز گامی، ترش روئی، تلخ نوائی، آوارہ خرامی اور کج روی کے باعث کسی کھلے راز کا قطب نما معلوم ہوتے ہیں۔ لگتا ہے ہماری سیاسیات مردہ، ادبیات کوڑھی، دانش وحکمت بانجھ، تہذیب ومعاشرت کا لانعام بل ھم اضل مذہبیات منتشر اور دیگر ملحقاتِ زندگی اپنے عمومی حسن وکمال کے باب میں کلیتہً مفلس وقلاش ہیں۔ یہ لفظوں کا بے کار کھیل اور فضول مینا کاری ہرگز نہیں بلکہ لاہور میں منعقد ہونیوالی پنجابی کانفرنس، اسکا ایجنڈا، اسکے شرکائے بے مرام، انکے احوالِ فاجعہ اور بگڑے ذہنوں کی گلکاریاں میری سوچ کی زبردست مؤید ومصدق ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

☆ پنجابی زبان ہماری شناخت ہے، مذہب کبھی پہچان نہیں بن سکتا۔ (راج بیر)

☆ دھرتی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ (افضل حیدر)

☆ پاکستان تلاوتوں کیلئے نہیں، ترقیوں کے لئے بنا تھا۔ (حمید اختر)

☆ لیگی ہوون یا جماعتیے تے مولوی، پنجابی دے سب مخالفاں دے خلاف ہتھیار چکّاں گے۔ (فخر زمان)

☆ جنگ وچ مرن والیاں تے فخر کرنا ٹھیک نئیں، اسی سرحداں نوں نئیں مندے۔ (عاصمہ جہانگیر)

''پنجابی اکال تخت'' کے ان ''پانچ پیاروں'' کی بولی ٹھولی تعجب خیز نہیں۔ قبل ازیں ایسے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں جن میں اس سورماؤں کی جرأت گفتار سے بعض گفتنی وناگفتنی کیفیات نے جنم لیا جو چند روز کی تھوکا فضیحتی کے بعد اپنی موت آپ مرگئیں البتہ اس دفعہ کی دھما چوکڑی نے افق ذہن پر کچھ کھردرے سوالات بکھیرے ہیں مثلاً

۱۔ یہ الٹا راگ بار بار کیوں الاپا جارہا ہے؟

۲۔ اس کی علت وغایت کیا ہے؟

۳۔ اس سیاہ فکر کی آبیاری کون کن خطوط پر کررہا ہے اور کیوں؟

۴۔ لسانی تعصبات ابھار کر کونسے مفادات وفوائد کی توقعات کی جارہی ہیں؟

۵۔ کیا پہچان فطرت متعین کرتی ہے یا حالات کا مدوجذر اس کی تراش خراش کا سبب بنتا ہے؟

۶۔ ہمیں اب کس پہچان کی ضرورت ہے اور اس اڑن کھٹولے کی ہیت ترکیبی کیا ہے؟

۷۔ دینی نکتہ نگاہ سے زبانوں کی کیا حیثیت ہے؟

۸۔ کیا شہدائے وطن پر فخر کرنا غلط روی ہے؟

۹۔ مملکت کی جغرافیائی سرحدات کے منکر کس زمرے میں آتے ہیں؟

۱۰۔ کیا وطنِ عزیز کی نظریاتی اساس کا کوئی وجود ہے؟

۱۱۔ پنجابی زبان کے نام پر سجائی جانیوالی ''پرھیا'' نے کیا پیغام دیا ہے؟

۱۲۔ ایسی کانفرنسوں کی مضرت کس حد تک ہے؟

اس عالمی اکٹھ کے مندوبین کے نطق نے جو کچھ اگلا اور بذریعہ اخبارات جو کچھ سننے پڑھنے کو ملا اس سے صاف مترشح ہے کہ اکابر ملت کی اپنے خون سے رقم کردہ تاریخ بالفعل نادرست تھی۔ دو لاکھ کے لگ بھگ ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عصمتوں کی قربانی گویا تقسیم پنجاب کیلئے تھی اور یہ سب کچھ بہت غلط ہوا تھا بقول ملک غلام نبی ''جو بولیاں آج تک سننے کو مل رہی ہیں اور جن فتنوں نے سر اٹھا رکھا ہے انہیں سمجھنے کی ضرورت ہے''۔

نکاتِ بالا فتنہ وفساد کی انہی آندھیوں کو سمجھنے کی ایک اپنی سی کوشش ہے کہ اس کے بغیر تاریخ وطن کا ایک اہم باب بے رنگ و بو رہیگا۔

یہ حقیقت نفس الامری ہے کہ مسلم انڈیا تاج برطانیہ کے زیرِ نگیں ہوا تو اس وقت بھی یہ ایک طویل و عریض کرۂ ارضی تھا جس میں کئی صوبے اور بہت سی چھوٹی بڑی ریاستیں تھیں۔ خلیج بنگال سے بحیرۂ عرب کے ساحل تک اور چٹا گانگ سے وادیٔ مہران تک لوگوں کی صورتِ حال یکسر مختلف، کئی بھاشائیں اور سب کے لہجے الگ الگ کئی قومیتیں اور ان کے علاقائی خدوخال علیحدہ علیحدہ مگر سب کی شناخت ایک تھی یعنی ''ہندوستانی'' یہ لوگ سندھی، بلوچی، پختون، پنجابی، بنگالی، تامل لکھنوی و دہلوی سب کچھ ہونے کے باوصف عالمی استعمار کے خلاف متحدہ طاقت کے ساتھ پنجہ آزما ہوتے رہے، قربانیاں دیتے رہے، اسارتیں ان کا مقدر ٹھہریں، عبور دریائے شور کی سزائیں بھگتیں، تختہ دار پر جھولے مگر اپنی شناخت ایک ہی رکھی کہ ہم ''ہندوستانی'' ہیں۔ یہ کوئی دور کی بات نہیں ماضی قریب کی تاریخ کا تابناک باب ہے۔ زبانیں اور لہجے مختلف ہونا جہد حریت میں کوئی رکاوٹ نہ بن سکا۔ حبِ وطن کا تقاضا یہی تھا کہ اس طرح کی ہوس ناکی سر نہ اٹھانے پائے اور ایسا ہی ہوا کہ ہندی یکجان رہے۔ اس عرصے میں فرنگی بھی اپنی شطرنج کے مہرے چلتا رہا۔ حتیٰ کہ اقوامِ ہند دانہ دانہ ہو کر بکھر گئیں۔ زبانوں علاقوں اور نسلوں کی عصبیت مکار گورے حکمرانوں کی پیدا کردہ ہے جو ان دنوں عالمی صیہونیت کے ساتھ مل کر دنیا پر حکمرانی کر رہے تھے۔ وثائق یہودیت (The Protocolls) نامی کتاب کے مندرجات اس کا بہترین اور انمٹ ثبوت ہے۔

''جس تہذیب و تمدن میں ہمیں کام کرنا ہے وہاں ہماری انتظامیہ کے گرد منتظمین، ناشرین، قانون دان، اور

سیاستدان ہوں گے۔ یہ خاص آدمی متعلقہ سماجی ڈھانچے کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف ہوں گے بلکہ اس سے ایک قدم آگے ہوں گے وہ زبانوں سے واقف ہوں گے۔ غیر یہود میں اپنی ذات کی برتری کے تصور کو ابھار کر ہم ان کی خاندانی زندگی کو تہس نہس کر دیں گے۔ ہم نے ان لوگوں کو قومیت کے چکر میں ڈال کر اپنی ذہنی برتری ثابت کر دی ہے۔ ہمارا کام لوگوں کو مذہب سے متنفر کرنا اور ان میں علاقوں اور زبانوں کی عصبیت بھرنا ہے تا کہ ہم غیر یہود کو فناہ کر سکیں۔ یہ کام انہی علاقوں کے تعلیم یافتہ لوگ سیاستدان، صنعتکار، قانون دان، ادباء، صحافی، سرکاری ملازمین، اوران معاشروں کے ادنیٰ لوگ جنہیں آج کی اصطلاح میں ''فنکار'' کہا جاتا ہے۔ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہی ذہین ترین لوگ ہیں جو ہمارے ارادوں کی تکمیل کے لئے غیر یہود کے ممالک میں انتشار پیدا کرتے ہیں۔ (مختلف وثائق کی تلخیص)

محولہ بالا کتاب وثائق یہودیت عالمی حاکمیت کے لئے تیار کردہ منصوبہ بندیوں کا مجموعہ ہے۔ یہ اندھی سازشوں اور خفیہ ریشہ دوانیوں کی ایسی مستند دستاویز ہے جو خود ان کے تحریری تذکار پر مشتمل ہے اس سے کسی کو مجالِ انکار نہیں ہوسکتی۔ اقوامِ عالم کے ہاتھوں سے اقتدار چھین لینے کی صدیوں پرانی تمنا لئے یہودیوں کے بڑوں نے اپنے طور پر جو طریقہ ہائے کار وضع کئے ہمارے اردگرد وہ ایک دام ہم رنگ زمین کی صورت بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ جال نہیں بلکہ ایسا جانور ہے جسکی بے شمار ٹانگیں، ان گنت ہاتھ اور کئی منہ ہیں۔ عرب ممالک اور پاکستان اس جانور کا خاص الخاص نشانہ ہے۔ وہ حیلے بہانوں سے یہ لقمۂ تر ہضم کرنا چاہتا ہے۔ یہ کام جلد از جلد نمٹانے کے لئے اس نے پونم، پختون، بلوچی، سندھی اور اب عالمی پنجابی کانفرنس کا کھڑاک کیا ہے۔ سرکار دولت مدار منقار زیر پر ہے، ممتاز ادیبوں اور صحافیوں کو چھوٹا چھوٹا سانپ نہیں کوئی بڑا اژدہا سونگھ گیا ہے۔ کسی نے اس کے متعلق ایک حرف تک نہیں لکھا الفاظ کے کسی کھلاڑی نے اس کے سراپے کا تانا بانا نہیں بنا، طبقۂ علماء کی طرف سے چند ایک حضرات کا مضمحل سا ردِعمل سامنے آیا ہے۔ جسے پڑھنے والے گنتی کے ہوں گے۔

مذکورہ ''پانچ پیاروں'' میں ایک تو بلا تبصرہ چھوڑتا ہوں کہ وہ اٹڈین ہے اور ''فنکار'' بھی ہے۔ دوسرا قانون دان اور مخصوص حلقے کا نیا لبرل دانشور ہے۔ اچین چیت کہیں سے نکلا اور مسند دانش پر بالجبر آ براجا تیسرا مشہور ''کھبا'' جو ساحر لدھیانوی سے رشتۂ مؤدت گانٹھتا اور اس پر اتراتا ہے مکمل ''بے یقینا'' ہے۔ کسی کو کچھ نہیں مانتا سوائے اپنے تراشیدہ اوہام نظریات کے۔ چوتھا ''چار چپ چیزاں'' کا مصنف ہے کہ جس سے پنجابی زبان متعفن ہوگئی ہے۔ کمال کا آدمی ہے کہ جائیداد کی خاطر ایک عورت کو راہ سے ہٹواتا دوسری سے شادی کرتا ہوا حقوقِ نسواں کے چیمپئن شپ کا ہیوی ویٹ بیٹھا ہے۔ آج کل اسے ماں بولی کی ''عصمت وعظمت'' کے مروڑ لگے ہوئے ہیں۔ پانچویں ایک انتہائی منہ پھٹ، اباحیت پسند قانون دان ''زنانی'' کہ جس نے ایک اچھے بھلے مسلم گھرانے میں جنم لیا، ہوش ایسا سنبھالا کہ اہلِ خانہ کے ہوش اڑا دیئے اور اب قوم کو حواس باختہ کرنے میں مگن ہے۔ اور اپنی مرضی سے جہانگیر نامی قادیانی آدمی سے بیاہ رچایا اور آئے دن

وہ شخص اس کا حدف ہوتا ہے جو وطنِ عزیز کے نظریاتی اساس پر اٹل یقین رکھتا ہو یا خود کو مذہبی سمجھتا ہو۔ آج کل انسانی حقوق تنظیم کے نام پر ڈرامے کر رہی ہے ''دستک'' نام کا ادارہ بنایا کہ نوجوان بچیوں کو ماں باپ سے مکمل بغاوت کا درس دے سکے۔ المختصر یہ کہ پانچویں بندگانِ ثقافت، کور چشمانِ کوچۂ سیاست اور تیرہ بختان قانون و ادبیات وصحافت وثائق یہودیت میں بیان کردہ اعوان وانصار کی ہو بہو تر ت پھرت تصویریں ہیں۔

پنجابی زبان میں ''بلاڈ'' اور'' گلادڑ'' مشہور اور بکثرت مستعمل الفاظ ہیں۔ اول الذکر کسی خطیب خوش مقال کی فصاحت و بلاغت کے پس منظر میں بولا جاتا ہے اور ثانی الذکر ژاژ خائی، ہرزہ سرائی، یاوہ گوئی کرنے والے کے لئے آتا ہے۔ پروٹوکولز کی یہ پانچوں مورتیں'' گلادڑ'' ہیں۔ ان کی رام دہائی کا کوئی مقصد تو ضرور ہے جسکا کھلے بندوں اظہار کرنے سے وہ گریزپا ہیں اور فی الوقت اشاورں کنایوں سے اپنی بات کہہ رہے ہیں۔ تاہم ملی تاریخ وتحریکات کے رمز شناس بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ ان کے تصرّفاتِ بصیرت و بصارت پر راز فاش کر دیتے ہیں عالمی پنجابی کانفرنس کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا کہ ان کا منصوبہ طشت از بام ہو گیا لوگوں نے دلوں میں زبردست چبھن محسوس کی کہ یہ اکٹھ ماں بولی کے نام پر گریڑ پنجاب'' کی تحریک چلائے ہوئے ہے جس کا انجام خاکم بدہن'' اکھنڈ ہندوستان'' ہوگا یہ منتظمین کانفرنس کے سوچنے کی بات تھی کہ جور جحان پیدا کرنیکی کوشش کی جا رہی ہے اس کا مدعا محض پنجابی زبان کا فروغ ہے یا اس کے پس پردہ کچھ اور عوامل کارفرما ہیں۔

جہاں تک لسانی صورتِ حال کا تعلق ہے مسلمانوں کا رویّہ اس سلسلے کی حیرت انگیز سچائیوں کا مرقع ہے وہ جب بھی کسی خطۂ ارض پر مقتدر ہوئے انہوں نے زبانوں کے قدرتی نشو ونما کو روکنے کی بجائے پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کئے البتہ کسی ایک زبان کا بت نہیں پوجا وہ ہر زبان کو عطیۂ الٰہی سمجھ کر اس کی افادی حیثیت سے بھرپور کام لیتے رہے عربی زبان کو امت مسلمہ میں قدرتی تقدس حاصل رہا مگر اس نے فتح ایران پر فارسی ختم نہیں کی بلکہ اسے اپنی دوسری علمی، ادبی ثقافتی زبان کا درجہ دے دیا برصغیر میں آمد اسلام کے بعد ہمارے علماء صلحاء مجاہدین اور حاکمین نے کسی بھی عوامی بھاشا کا گلا نہیں گھونٹا ہر خطے کی اپنی زبان اور اپنا منفرد لہجہ ہوتا ہے جن میں ڈوب کر لوگ محبتوں کے نغمے گنگناتے ہیں مائیں اپنے بچوں اور بہنیں اپنے ویروں کو میٹھی لوریاں دیتی ہیں ہر خطّے کے عوام اپنی بولی سے مانوس ہوتے اور اسے پیار کرتے ہیں اسلام دینِ فطرت ہے وہ نوع انسانی کو محبت، مؤدت، اخوت کا پیغام دیتا ہے صالحین امت نے پیغام ربانی ہر خطے کی مٹھڑی زبان کے توسّل سے لوگوں کو سنایا اور وہ اس کی تاثیر میں ڈوب ڈوب گئے مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ علاقائی زبانوں کے نکھار سنوار کیلئے وہ اقوامِ دیگر کے بالمقابل حد درجہ مشفق ومہربان اور محرمانِ راز ثابت ہوئے جبکہ:

☆ فرنگیوں نے ہندوستان پر قبضے کے بعد فارسی، عربی کو دیس نکالا دے کر ہر سطح پر انگریزی کا بالجبر احیاء کیا

☆ تاج برطانیہ کے سائے میں ہندو قوم پرستی کی لہر اٹھی جس نے مسلم عہد کے باقیات کا تیا پانچہ کر کے ویدک عہد کے احیاء کا پرچم بلند کیا۔اردو دشمنی کی انتہا تھی کہ ایک نام نہاد مصنوعی ناگری رسم الخط اپنا کر ہندی کے نفاذ کا مطالبہ کر ڈالا جس میں وہ آقایانِ ولی نعمت کی کرم فرمائی سے کامیاب ہوئی۔

☆ ۱۸۶۷ء میں بنارس سے اٹھنے والی ہندی لہر نے وہ تناؤ پیدا کیا اور ایسے ایسے تنازع ابھارے کہ علاقائی زبانوں کا کوئی پرسانِ حال نہ رہا اور ان کے وجود کو بہت سے خطرات لاحق ہو گئے۔

یہ تاریخی حقائق ہیں جنکی تردید ناممکن ہے ہوسکتا ہے کوئی سوچے کہ انیسویں صدی کی راگنی چھیڑ بیٹھا ہے میرا ایمان ہے کہ جس قوم کے دانشور ماضی سے دستکش ہو جائیں اس کا حال دھندلا اور مستقبل تاریک تر ہو جایا کرتا ہے اسکی آزادی،حرمت،عزت اور استقلال سبھی کچھ تـلـك الايـام نـداولهـا کا نخچیر بن کر مفقود الخبر ہو جاتے ہیں۔ماضی سے اغماض قول وعمل میں تضاد پیدا کر دیتا ہے یہی اضدادی رویہ ملل سابقہ کو لے ڈوبا تھا لیکن مسلمانوں نے علاقائی زبانوں کے ساتھ اپنی محبت ورأفت کا مشرب ومسلک اپنائے رکھا انہیں کسی خطے میں زبانوں کا مسئلہ کبھی پیچیدگی کے عفریت کی صورت پیش نہیں آیا۔لسانی عصبیت کا وجود تک نہ تھا اسلامیوں کے اس تاریخ ساز روّیے کا انتہائی بلیغ اظہار اقبال کے شعر میں دیکھے۔ ؎

ترکی بھی شیریں، تازی بھی شیریں
حرفِ محبت ترکی نہ تازی

دلدادگانِ پنجابیت نے ''اردو'' کے خلاف خوب بھڑاس نکالی اسے دبے لفظوں غاصب قرار دیا اور پنجابی کو اپنی شناخت ستم بالائے ستم یہ کہ مشرقی پنجاب کے'' سردار جی'' صاحبان بھی اس فارمولے پر متفق ہیں ان سے پوچھا جائے کہ بٹوارے کے وقت تم لوگوں نے اس پہچان کا خون کیوں کیا؟ یاد رکھو جس سرحد کو تم مٹانا چاہتے ہو یہ لکیر خود تمہارے ہاتھوں ذبح ہونیوالی باہمی شناخت کے پہلے لہو سے کھینچی گئی تھی اگر یہی پہچان تھی تو اس دھرتی کی لاکھوں عفت مآب بیٹیوں کی عصمتوں کے آبگینے کیوں توڑے گئے۔ان کے جسموں کے اعضاء کو گاجر مولی کیوں سمجھا گیا؟ معصوم بچوں کو نیزوں پر کیوں اچھالا گیا؟ اسی دھرتی سے جنم لینے والے جوانوں اور بوڑھوں کو چارے کی طرح کیوں کاٹا گیا؟ کیا یکساں شناخت کا یہی مطلب ہوتا ہے؟ کیا اکٹھی پہچان کا یہی شاخسانہ ہوتا ہے؟ کیا اسی کا نام محبت ہے؟ کیا ہم اس مشترکہ پہچان والی دھرتی پر تڑپتے بے گور وکفن لاشے بھول جائیں اور کسبیوں کی طرح بالکل بے شرم ہو کر تمہارے ساتھ بھنگڑہ ڈالیں؟ یہ ''اکال تخت''،رامائن اور پروٹوکولز کے'' لے پالکوں'' کو مبارک ہو،ہم فقیر اس بوجھ کے متحمل ہیں نہ ہو سکتے ہیں۔

سب جانتے ہیں انگریزی غیر ملکی زبان تھی استعماری دور میں اسے عمداً رواج اور عروج دیا گیا گھٹن کی فضا میں بر

گھڑی نحوست کا کاگ کوکتا اور غلامی کا راگ گا تا تھا سطوت افرنگ کو للکارنے کی رسیا قوم ۱۸۵۷ء کے زخم چاٹ رہی تھی مگر بلند حوصلگی اس کی حریت پسندی کو قائم رکھے ہوئے تھی صوبائی وریاستی زبانیں موجود تھیں جو لمحہ بدلتے تقاضوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی تھیں اہلِ وطن کو ایک ایسی زبان کی ضرورت تھی جو ہر علاقے میں رابطے کا کام دے سکے اردو نے انہی قدرتی حالات میں ملک گیر زبان کے طور پر نشو ونما پائی اور ایسے شہرۂ آفاق بے مثل خطباء کے ظہور کا سبب بنی کہ جن کی شعلہ نوائی نے تختِ افرنگ کا تختہ کر دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، نواب بہادر یار جنگ، مولانا محمد گل شیر شہیدؒ، آغا شورش کاشمیری، شیخ حسام الدینؒ وغیرھم کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ عاجز ہے اسی رابطہ زبان کے زور پر راس کماری سے خیبر تک ان دلبستگانِ حریت نے اپنے نطق کی آتش فشانی سے وہ فسوں پھونکا کہ اقوام ہند کا سارا خوف غلامی ہوا ہو گیا شعراء نے اپنی کلکِ گوہر بار سے الفاظ کی وہ پھول کلیاں کھلائیں کہ انکی مہکاروں سے سرمست وسرشار ہو کر لوگ لیلائے حریت کے قدموں میں جانوں کے نذرانے پیش کرنے لگے لشکری زبان کا جادو ایسا سر چڑھ کر بول رہا تھا اسکے سامنے کسی اور زبان کا چراغ نہ جل سکا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی مختلف علاقائی، ریاستی، صوبائی زبانیں پورے طمطراق کے ساتھ موجود تھیں ان کی اپنی حلقہ وار حیثیت بھی مسلم تھی کچھ تو خاصی ترقی یافتہ اور شعر وادب کے لحاظ سے بڑے ذخیروں سے مالا مال تھیں مگر انکی اثر آفرینی بوجوہ اپنی علاقائی حدود میں مقید تھی۔ یہ ملک گیر رابطے کا مقصد پورا کرنے میں ناکام تھیں۔ پنجابی زبان بھی انہی میں سے ایک تھی۔ اردو نے انہیں ختم نہیں کیا۔ انکی حق تلفی نہیں کی بلکہ بعض فطرتی حالات نے اسے موقع فراہم کیا اور وہ قومی رابطہ زبان کے مقام تک پہنچ گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے تحریک پاکستان کے دوران اسے اپنی قومی زبان قرار دیا اور عامۃ الناس نے اسے شرف قبولیت بخشا۔

راقم بجا طور پر سمجھتا ہے کہ وطن عزیز علاقائی زبانوں کی کارکردگی کے لحاظ سے درجہ بندی بہرحال ضروری ہے تعلیمی منصوبوں میں انکی ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ گنجائش رکھنی چاہئیے تاکہ ان میں موجود تہذیبی حسن کی اشاعت ہوسکے۔ یہ کام کرتے وقت ہمیں اس امر کا پورا لحاظ رکھنا ہوگا کہ ہم ایک وحدت ہیں جو مشترک کلچر سے مزین ہے، اس اشتراک کو زک نہ پہنچے مگر اس پراجیکٹ کی تکمیل حسن نیت اور حسن عمل کے عظیم امتزاج ہی سے ممکن ہوسکے گی۔

''پنجابی پنتھ'' کے پریمیوں کا کہنا ہے کہ ''مذہب کسی بھی کلیے قاعدے کے تحت پہچان یا شناخت بننے کی شرائط پوری نہیں کرتا صرف زبان ہی دھرتی کی مکمل شناخت ہوتی ہے یہ سراپا محبت ہوتی ہے اور اس میں نفرتوں کا گذر نہیں'' راقم اس طرزِ تفکر کو ہمالہ صفت حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف سمجھتا ہے کوئی بھی سلیم العقل شخص اس نکتۂ زیرِ بحث پر تھوڑا سا غور کرکے تو واضح ہو جائیگا کہ انسانی معاشرت کئی شناختوں پر مشتمل ہے مثلاً۔

☆ قبائل وشعوب کی شناخت ☆ علاقائی بنیاد پر پہچان
☆ شعبہ جاتی شناختیں ☆ انفرادی ناموں کی شناخت
☆ بہت سی علاقائی اکائیوں پر مشتمل متحدہ شناخت ☆ تمام شناختی اکائیوں کی متفقہ یا اکثریتی شناخت

زبان انہی اکائیوں میں ساتویں ہے۔ یہ کسی کل کا ایک لازمی جزو ہے۔ دائمی سچائی ہے کہ کوئی بھی جز وکل کا درجہ نہیں لے سکتا وہ اس کا ہمسر ہوسکتا ہے نہ قائم مقام۔ یہ ساری شناختیں تمدنِ انسانی کے گلاب کی دل نشین کلیاں ہیں یہ اپنی اپنی مہکاروں سے کاروبار زیست میں نکھار پیدا کئے ہوئے ہیں انکا احترام بہر طور لازم ہے ان میں سے کسی ایک کو کل کی حیثیت سے اختیار کرنا فطرت سے جنگ کا پیش خیمہ ہوتا ہے جس کا منطقی نتیجہ ہمہ گیر تباہی کے سوا کچھ نہیں اصولی بات یہ ہے کہ بہت سی علاقائی اکائیاں اپنی تمام تر جدا جدا کیفیات کے علی الرغم مخصوص نکات پر اتفاق کر کے کوئی متحدہ شناخت اختیار کریں تو اسے قوم کا نام دیا جائیگا جیسے ریاست ہائے متحدہ امریکہ ہر ریاست کی اپنی زبان الگ، تہذیب جدا، موجودہ انگریزی زبان کو اپنا رابطہ زبان بنایا اور امریکی قوم کے نام سے ان کی پہچان ہوئی۔ خود بھارت کو دیکھ لیجئے کئی ریاستوں اور بھاشاؤں کا دیس ہے مگر پوری دنیا میں اسکی ایک ہی شناخت ہے ''بھارت''

انسانی معاشرے کی تمام شناختی اکائیاں اگر کوئی متفقہ یا اکثریتی شناخت قائم کرنا چاہیں تو انہیں عملاً اسی ایک الہامی نظریے کو اپنانا ہوگا اس مقصد کیلئے انہیں بسا اوقات جغرافیائی وحدت کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے بالعموم ایسا نہیں یہ کیفیت مذہبی شناخت کہلاتی ہے نصف سے زیادہ کرۂ ارضی پر پھیلی ہوئی جغرافیائی اکائیاں عیسائی ریاستیں کہلاتی ہیں دوسرے نمبر پر مسلم ممالک تیسرے درجہ پر بدھ اور ہندومت کے ممالک عہد حاضر میں یہی شناخت سب سے بڑھ کر ہے آج تک زبان کے نام پر کوئی مملکت وجود میں نہیں آئی البتہ مذہب کے حوالے سے کئی نئی ریاستیں وجود پذیر ہوئیں ماضی قریب میں یہودی ریاست اسرائیل، اور اسلامی جمہوریہ پاکستان اس کی بہترین مثالیں ہیں الگ الگ زبانیں رکھنے کے باوجود ہندی مسلمانوں نے نعرہ لگایا ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ اسی نام پر وہ قربان ہوئے علاقائی اکائیوں کو پاؤں کی ٹھوکر پہ رکھا مذہب کی بے پناہ محبت کیلئے تختِ دار پر جھولے، تہ تیغ ہوئے خاک وخون میں تڑپے یہ سب کسی الٹی سیدھی آڑھی ترچھی زبان یا روٹی کپڑے کیلئے نہیں ہوا تھا۔ یہ تو اپنی حقیقی، سچی اور کھری شناخت بچانے اور اسے ازسرنو وقار کے ساتھ قائم کرنے کیلئے برداشت کیا گیا تھا یہی ہماری پہلی اور آخری پہچان ہے۔

پنجابی ''پربندھک کمیٹی'' کی رکن اور اس پنتھ'' کی زبان دراز ''بجارن'' نے سرحدوں کو تسلیم کرنے سے کاملاً انکار کیا ہے قبل ازیں وہ پانچ دفعہ یہی الفاظ کہہ سنا چکی ہے، کہ کسی نے اسے روکا ٹوکا نہ ہوڑا ہٹکا۔ وہ راندۂ درگاہ ہے اور اس کے خیالات برے طور پر پامال شدہ۔ شریف گھرانوں کی ''عزتیں'' سرِ عام نیلام کرنا اس کی وکالت کا نکتۂ عروج ہے

۔ بھارت یاترا کے دوران ایسے ایسے گل کھلا چکی ہے کہ الفاظ اس کی لحاتی اکھاڑ پچھاڑ کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ وطن دشمن گروہ کی پروردہ ہے ''جس کا کھائے اسی کا گائے'' کے مصداق اپنے سرپرستوں کی نمک حلالی میں فرق نہیں آنے دیتی'' کیوں نہ ہو آخر کو ان کی بہو جو ٹھہری ''غیرت'' کے نام سے سخت خوفزدہ اور ''بے غیرتی'' کی حد درجہ رسیا ہے۔ اپنے سسرالیوں کی ادھوری بات کی تکمیل کو حرز جاں بنائے ہوئے ہے۔

یادش بخیر! جب ہندوستان کے بٹوارے کا فیصلہ ہوا تو مرزا غلام قادیانی کے پسر ناہموار خلیفۂ نابکار مرزا بشیر الدین محمود نے قادیان میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

''ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائیں گے۔'' (روزنامہ الفضل قادیان 17 مئی 1947ء)

قیام پاکستان کے بعد سرگودھا کے نزدیک دریائے چناب کے کنارے ''چک ڈھگیاں'' نامی بستی کو اپنا مرکز بنا کر مرزائیوں نے اس کا نام ربوہ رکھ دیا۔ اب مسلمانوں نے سخت ترین جدوجہد کے بعد اس کا نام تبدیل کرایا اور اسے ''چناب نگر'' کی شناخت دی ہے۔ یہاں مرزا غلام قادیانی کی بیگم نصرت جہاں اور مرزا بشیر الدین کی بیوی مدفون ہیں۔ وہاں ایک بورڈ لگوایا گیا جس پر لکھا تھا۔ ''ارشاد حضرت خلیفہ المسیح ثانی''

''جماعت کو نصیحت ہے کہ جب بھی ان کو توفیق ملے حضرت ام المؤمنین (مرزا قادیانی کی بیوی) میرے اہل بیت (مرزا کے گھر والے) کی لاشوں کو مقبرۂ بہشتی قادیان میں لے جا کر دفن کریں۔ چونکہ مقبرۂ بہشتی کا قیام اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہوا ہے۔ اس میں حضرت ام المؤمنین اور خاندان حضرت مسیح موعود کے دفن کرنے کی پیش گوئی ہے۔ اس لئے یہ بات فرض کے طور پر ہے، جماعت کو اسے کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔'' (ثبوت حاضر ہیں۔ از محمد متین خالد ص48 - 874)

قادیانیوں نے انہی احکامات کے تحت اپنے تئیں منظم کیا اور ہر طرح کا رسوخ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ میں یہ بات درج ہے کہ جنرل یحیٰی جب مجیب الرحمٰن سے بات چیت کے لئے ڈھاکہ گئے تو مرزا قادیانی کا پوتا ایم ایم احمد ان کے ہمراہ تھا۔ مشرقی پاکستان میں اس کی سرگرمیاں انتہائی پراسرار تھیں حتیٰ کہ مجیب کے شدید اعتراض کی وجہ سے اسے واپس بھیج دیا گیا۔ اس نے ارباب حکومت کو اس بات پر قائل کر لیا تھا کہ مشرقی پاکستان کے جدا ہونے سے مغربی پاکستان کی تمام مشکلات دور ہو جائیں گی پس یہ علیحدگی ضروری ہے۔ جنرل اختر ملک نے ضد کر کے 1961ء کی جنگ شروع کرائی۔ 1971ء میں جنرل اختر کے چھوٹے بھائی جنرل عبدالعلی ملک نے پوری تحصیل شکر گڑھ بغیر کسی مزاحمت کے انڈین آرمی کے حوالے کر دی تھی۔ یہ ریکارڈ کی باتیں ہیں۔ ان سب کارندوں نے پاکستان کی سلامتی اور دفاع کی اپنی صلاحیتوں کا مرکز ومحور کبھی نہیں بنایا بلکہ اپنے پیشوا کے الہامات کی تکمیل کے لئے وقتاً فوقتاً نامشکور سعی کرتے رہے۔

نئے زمانے میں اب نیا ہتھیار آزمایا جارہا ہے کہ ''گریٹر پنجاب'' کا ڈول ڈالا جائے جس کے لئے سردست زبان کی بنیاد پر اکٹھ کی باتیں اور سرحدوں سے انکار کر کے خونِ شہیدانِ وطن کے وارثوں کی غیرت کو آزمایا جائے۔ سندھی اور مہاجر میں سر پھٹولی کرا کے اردو کو رسوا کیا جائے۔ بلوچوں اور سرحدوں کو ''سندھی راگ'' میں سنگیت کرنے کی تلقین کی جائے اور لفظی توپوں کا رخ غیر محسوس طریقے سے اہلِ پنجاب کی طرف موڑ دیا جائے۔ گذشتہ ادوار میں ''جاگ پنجابی جاگ تیری پگ نوں لگ گیا داغ'' قسم کے اخباری اشتہارات اسی سازش کا شاخسانہ تھے۔ چونکہ یہ ملک مذہب کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا۔ اسلئے آج کل ضروری سمجھا گیا کہ اس کی مذہبی شناخت کو مشکوک کردی جائے۔ زبان کی عصبیت پیدا کر کے ایک جزوِ ترکیبی کو درجہ کل دے دیا جائے۔ راقم کے نزدیک یہ بھی ارتداد ہی کی ایک گھناؤنی قسم ہے اور اس کی سزا بالا جماع موت ہے۔ اربابِ اختیار ان ان پنجابی ''باگڑ بلوں'' کا سختی سے محاسبہ کریں جو حیلے بہانوں سے وطن عزیز کی شکست و ریخت (خاکم بدہن) کو اپنی کامیابی کے لئے لازم خیال کرتے ہیں۔ ہم ''بہروپیوں'' کو قابلِ مخاطبت ہی نہیں سمجھتے البتہ کانفرنس کے انعقاد کی اجازت دینے پر شدید احتجاج کرتے ہیں۔

حضرت منشی رحمت علی جالندھری

رحمتہ اللہ علیہ

(۱۸۸۱ء......۱۹۳۲ء)

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ

کے سوانح حیات کے حوالہ سے پہلی بار کتابی صورت میں ایک بھرپور مقالہ کی اشاعت کے لئے محنت ہورہی ہے۔ جن جن حضرات کی دسترس میں یا ان کے علم میں حضرت کے حوالہ سے کوئی سا مواد ہو، ان سے التماس ہے کہ اس سلسلے میں مرتب و مؤلف کی رہنمائی اور سرپرستی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

محمد ضیاء الحسن۔ علی ٹاؤن 223/A چیچا وطنی (ضلع ساہیوال)